سیّد سلیمان ندوی

(1953–1884)

سیّد سلیمان ندوی صوبۂ بہار کے گاؤں دیسنہ (ضلع نالندہ) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر ہی میں حاصل کی۔ ۱۹۰۱ء میں علّامہ شبلی نعمانی کی قائم کردہ اسلامی درس گاہ دارالعلوم ندوۃ العلما (لکھنؤ) میں داخل ہوئے جہاں اُن کے ادبی اور علمی ذوق کو جِلا ملی۔ وہ جدید عربی کے بھی بہت اچھے ادیب تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اپنے استاد مولانا شبلی کی نامکمّل تصنیف 'سیرۃ النّبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم'، کو انھوں نے مکمّل کیا۔ 'سیرتِ عائشہؓ' ان کی دوسری اہم سوانحی تصنیف ہے۔ 'نقوشِ سلیمانی' میں کئی اہم مضامین شامل ہیں۔ 'ہندعرب تعلقات' ان کی مشہور کتاب ہے۔

وہ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ دارالمصنّفین (اعظم گڑھ) کا قیام اور ماہ نامہ 'معارف' کا اجرا ان کے اہم کارنامے ہیں۔ ایک ماہرِ تعلیم کی حیثیت سے انھوں نے غیرملکی سفر بھی کیے۔

© NCERT not to be republished

5287CH11

حضرت عائشہؓ کی سیرت کے چند پہلو

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہؓ نے بچپن سے جوانی تک کا زمانہ اس ذاتِ اقدس کی صحبت میں بسر کیا جو دنیا میں مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے آئی تھی۔ چناں چہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا اخلاقی مرتبہ نہایت بلند تھا۔ وہ نہایت سنجیدہ، فیاّض، قانع، عبادت گزار اور رحم دل تھیں۔

حضرتِ عائشہؓ کی ذات میں قناعت اور شکر گزاری دونوں مجتمع تھیں۔ انھوں نے اپنی ازدواجی زندگی بڑی عُسرت اور فقر و فاقہ سے بسر کی لیکن کبھی شکایت کا کوئی حرف زبان پر نہ لائیں۔ بیش بہا لباس، گراں قیمت زیور، عالی شان عمارت، لذیذ الوانِ نعمت، ان میں سے کوئی چیز شوہر کے ہاں ان کو حاصل نہیں ہوئی۔ وہ دیکھتی تھیں کہ فتوحات کا خزانہ سیلاب کی طرح ایک طرف سے آتا اور دوسری طرف سے نکل جاتا ہے۔ تاہم کبھی ان کی طلب ان کی دامن گیر نہ ہوئی۔

خدا نے اولاد سے محروم رکھا تھا تو حضرت عائشہؓ عام مسلمانوں کے بچّوں اور زیادہ تر یتیموں کی پرورش کیا کرتی تھیں۔ ان کی تعلیم و تربیت کرتیں اور ان کی شادی بیاہ کے فرائض انجام دیتی تھیں۔ عورتیں جب آں حضرتؐ کی خدمت میں کوئی ضرورت لے کر آتیں تو حضرتِ عائشہؓ ان کی اعانت اور سفارش حضور میں کیا کرتی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری اور آپؐ کی مسرت و رضا کے حصول میں شب و روز کوشاں رہتیں۔ اگر آپؐ کے چہرے پر ذرا بھی حزن و ملال یا کبیدہ خاطری کا اثر نظر آتا تو بے قرار ہو جاتیں۔

حضرتِ عائشہ صدّیقہؓ کبھی کسی کی برائی نہ کرتی تھیں۔ ان کی روایتوں کی تعداد ہزاروں تک ہے مگر اس دفتر میں کسی شخص کی توہین یا کسی کے لیے بدگوئی کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص کا ذکر چلا۔ اِتّفاق سے آپ نے اس کو اچّھا نہیں کہا۔ لوگوں نے بتایا۔ ’’اُمّ المومنین! اس کا تو انتقال ہو چکا ہے۔‘‘ یہ سن کر فوراً ہی اس کی مغفرت کی دعا مانگتی ہیں۔ جواب دیا، ’’حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مُردوں کو بھلائی کے سوا یاد نہ کرو۔‘‘

کسی کا احسان کم ہی قبول کرتی تھیں اور اگر کر لیتی تھیں تو اس کا معاوضہ ضرور ادا کر دیتی تھیں۔

© NCERT not to be republished

عام انسانوں سے انصاف پسندی کا ظہور کم ہوتا ہے لیکن تربیت نبویؐ سے کمالِ اخلاق ہی کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدّیقہؓ کمالِ خودداری کے ساتھ انصاف پسند بھی تھیں۔

آپ نہایت شجاع اور پرُ دل تھیں۔ میدانِ جنگ میں آ کر کھڑی ہو جاتی تھیں۔ غزوۂ احد کے موقعے پر اپنی پُشت پر مشک لاد کر زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ غزوۂ خندق میں جب چاروں طرف سے مشرکین محاصرہ کیے ہوئے تھے اور شہر کے اندر یہودیوں کے حملے کا خوف تھا، حضرت عائشہؓ بے خطر قلعے سے باہر نکل کر مسلمانوں کی جنگ کا نقشہ ملاحظہ کرتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ کے اخلاق کا سب سے ممتاز جوہر ان کی طبعی فیّاضی اور کشادہ دستی تھی۔ خیرات میں تھوڑے بہت کا لحاظ نہ کرتیں بلکہ جو موجود ہوتا، سائل کو دے دیتیں۔ ایک دفعہ ایک سائلہ آئی جس کے ساتھ دو ننّھے بچّے تھے۔ اتفاق سے اس وقت گھر میں کچھ نہ تھا سوائے ایک چھوہارے کے۔ اسی کو دو ٹکڑے کر کے دونوں بچّوں کو دے دیا۔ دوسری دفعہ ستّر ہزار کی رقم خدا کی راہ میں دے دی۔ امیرِ معاویہؓ نے ایک لاکھ دِرہم بھیجے۔ شام ہوتے ہوتے ایک حبّہ بھی پاس نہ رکھا، سب محتاجوں کو دے دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اُن کے بھانجے تھے اور خالہ کی نظر میں سب سے زیادہ چہیتے۔ وہ زیادہ تر آپ کی خدمت میں رہتے۔ آپ کی فیّاضی کو دیکھتے دیکھتے وہ بھی گھبرا گئے اور کہیں ان کے منہ سے نکل گیا کہ ''اب ان کا ہاتھ روکنا چاہیے''۔ خالہ کو معلوم ہوا تو قسم کھالی کہ ''اب کبھی ابنِ زبیرؓ سے بات نہ کروں گی۔ وہ میرا ہاتھ روکے گا؟'' ابن زبیرؓ مدت تک معتوب رہے۔ آخر بڑی مشکل سے انھیں معاف فرمایا۔

فقرا اور اہلِ حاجت کی اعانت ان کے حسبِ حیثیت کرنا چاہیے۔ اگر کوئی ضرورت مند تمھارے پاس آتا ہے تو اس کی حاجت براری ہی اس کے درد کی دوا ہے لیکن اگر اس سے زیادہ عزّت دار آدمی ہے تو حاجت براری کے ساتھ وہ کسی قدر عزّت و تعظیم کا بھی مُستحق ہے۔ حضرت عائشہؓ اس نکتے کو ہمیشہ مدِّ نظر رکھتی تھیں۔ ایک دفعہ ایک سائل آیا۔ اس کو روٹی کا ٹکڑا دے دیا۔ وہ چل دیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا جو کسی قدر عزّت دار معلوم ہوتا تھا۔ اس کو بیٹھا کر کھانا کھلایا، پھر رخصت کیا۔ لوگوں نے دریافت کیا، ''ان دونوں کے ساتھ الگ الگ برتاؤ کیوں کیا گیا؟''

فرمایا، ''آں حضرتؐ کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے حسبِ حیثیت برتاؤ کرنا چاہیے۔''

(سید سلیمان ندوی)

مشق

سوالات

1۔ حضرت عائشہ صدّیقہؓ نے کیسی زندگی بسر کی؟

2۔ حضرت عائشہ صدّیقہؓ بچّوں اور یتیموں کے ساتھ کیسا سلوک کرتی تھیں؟

3۔ حضرت عائشہ صدّیقہؓ کی شجاعت کن واقعات سے ظاہر ہوتی ہے؟

4۔ حضرت عائشہ صدّیقہؓ کی فیّاضی سے متعلق کوئی واقعہ لکھیے۔

© NCERT not to be republished